اور مشرقی روایات و احساسات کے امتزاج و تصادم نے شاعر کے طائرِ فکر و تخیل کی پرواز اور اظہار و ابلاغ کے اسالیب کے لیے نئی نئی بلندیاں اور وسعتیں پیدا کر دی تھیں، اس بنا پر اس دور میں اردو زبان اور اس کے شعر و ادب نے جو غیر معمولی ترقی کی اس کی وجہ سے اردو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی ہمسر اور اس کی شاعری ان زبانوں کی شاعری کی حلیف بن گئی، جوش اور فراق دونوں اس عہد کے ایوانِ ادب و شعر کے دو اہم ستون تھے جو افسوس ہے اب باقی نہیں رہے، لیکن جو شمع وہ روشن کر گئے ہیں اس سے اور شمعیں روشن ہوتی رہیں گی اور یہ کاروانِ شعر و ادب اسی طرح ترقی کی شاہراہ پر رواں دواں رہے گا۔

جوش اور فراق میں بہت سی باتیں مشترک تھیں، لیکن ساتھ ہی ان میں چند انفرادی خصوصیات تھیں جو ان کے درمیان مابہ الامتیاز تھیں، عجیب بات ہے جوش کی شاعری کا آغاز صوفیانہ شاعری سے ہوا، ان کے اس زمانہ کا ایک شعر پندرہ سولہ برس کی عمر سے اب تک یاد ہے: ؎

فنا ہو جا جھلک اٹھے گا سینہ شمعِ عرفاں سے
ابھی تو دل کے آئینہ پہ غافل! داغِ ہستی ہے

یہ صرف ایک نمونہ ہے ورنہ ان کے ابتدائی مجموعۂ کلام میں اس قسم کے اشعار کثرت سے تھے اور میں چلتا پھرتا انھیں گنگناتا رہتا تھا، لیکن یہ اس عہد سے قریب کی بات ہے جب کہ انھوں نے خود کہا تھا:

مجھ کو تعلیم سے فرصت ہی کہاں اے شبیر!
کہہ لیا شعر کوئی جب کبھی فرصت دیکھی

لیکن جب تعلیم سے انھیں فرصت ہو گئی اور وہ شعر گوئی کے بحرِ ذخار میں ڈوب گئے تو اب زندگی کی رنگا رنگ دلچسپیوں نے ان کے مرغِ تخیل کی پرواز کے لیے نئی نئی فضائیں پیدا کر دیں، سیاست کی طرف رجحان ہوا تو شاعرِ انقلاب ہو گئے، اور رومانیت کی طرف گئے تو حسن و شباب کی محفلِ نشاط و انبساط کے ترجمان کہلانے لگے، لیکن اپنی عبقریت کی وجہ سے جس بزم میں پہنچے اپنی عظمتِ فکر و بیان کا سکہ جما کے رہے، لیکن دراصل وہ نظم کے شاعر تھے، غزارتِ الفاظ، حسنِ ترکیب، جدتِ